مقالات ومضامین

حقوقِ زوجین کی قانونی واخلاقی حیثیت

مولانا محمد یعقوب قاسمی صاحب

اسلام ہی وہ مذہب ہے کہ جس نے انسانی حقوق کو درجہ بدرجہ مفصل طور پر بیان کیا ہے، ایسے ہی حقوق کے بھی درجات متعین فرمائے ہیں، رشتۂ نکاح میں میاں بیوی کے آپس کے حقوق سب سے اہم ہیں، جن کی ادائیگی پر مقاصدِ نکاح کا حصول موقوف ہے، ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔(اعظم الناس حقاً علی المرأة زوجها واعظم الناس حقاً علی الرجل امه (رواه الحاكم وسنده صحيح)۔ ترجمہ :۔عورت پر سب سے بڑا حق لوگوں میں خاوند کا ہے، اور مرد پر سب سے بڑا حق لوگوں میں اس کی ماں کا ہے۔

حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ اللہ ورسول کے حقوق کے بعد عورت کے ذمہ خاوند کا حق بہت بڑا ہے، حتیٰ کہ اس کے ماں باپ سے بھی خاوند کا حق زیادہ ہے، اور مرد کے ذمہ سب سے زیادہ حق اللہ ورسول کے حق کے بعد ماں کا حق ہے۔(بہشتی زیور حصہ 4 ضمیمہ اولیٰ ص93)

نکاح کے بعد میاں بیوی دونوں کے درمیان جانبین سے مصاہرۃ کا رشتہ قائم ہو جاتا ہے، قرآنِ کریم نے سسرالی رشتہ کو نسب کے ساتھ ذکر کرتے ہوئے "فجعله نسبا وصهرا" فرمایا جس سے واضح ہوتا ہے کہ جس طرح نسبی والدین کے حقوق ہیں، اسی طرح ساس سسر وغیرہ کے بھی حقوق ہیں، اُن کے ساتھ حسنِ اخلاق کا برتاؤ صالح معاشرہ کے وجود کے لئے ناگزیر اور ضروری ہے۔

قرآنِ مجید نے حقوقِ زوجین کے بارے میں بھی بنیادی باتیں بتائی ہیں، مردوں سے کہا گیا ہے کہ وہ عورتوں کے ساتھ بہترین معاشرت اور بھلا برتاؤ کریں "عاشروهن بالمعروف" یعنی عورتوں کے ساتھ اچھی طرح گذران کرو، معاشرت بالمعروف کا لفظ نہایت ہی بلیغ اور جامع ہے، جس میں حسنِ سلوک کی تمام صورتیں داخل ہیں، مثلاً عورت کی معاشی کفالت، اس کی تمام ضروریات کی تکمیل، اس کی دلداری، اس کے جذبات کی رعایت اور اس کے ساتھ تحمل وبردباری کا لحاظ، یہ تمام باتیں معاشرت بالمعروف میں داخل ہیں، جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل کے ذریعہ برت کر دکھایا ہے۔خیال رہے کہ قرآن کریم کی تعبیر ایسی جامع ہے کہ ہر دور اور ہر ملک میں رائج وہ عرف جو خواتین کے لئے عزت اور ان کی کرامت اور ان کے ساتھ محبت کی ضمانت دیتا ہو وہ سب "معروف" میں داخل ہیں۔

میاں بیوی دونوں پر طرفین سے جو حقوق شرعاً عائد ہوتے ہیں وہ دو قسم کے ہیں، ایک کی حیثیت قانونی ہے جن کی ادائیگی نکاح کے قانونی مقاصد حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے مثلاً عورت کے لئے نان نفقہ اور وظائفِ زوجیت وغیرہ، یہ وہ حقوق ہیں جنہیں شوہر کی عدمِ ادائیگی پر بزورِ عدالت شوہر سے وصول کیا جاسکتا ہے، اور اگر شوہر اُن کی ادائیگی

سے عاجز ہو تو اس پر قانوناً واجب ہو جاتا ہے کہ وہ عورت کو طلاق دے کر علیحدہ کر دے، اگر ایسی صورت میں وہ طلاق دینے سے انکار کرے یا طلاق دینے کے قابل نہ ہو تو، قاضی کو اس کا قائم مقام قرار دے کر عورت کو مطالبۂ تفریق کا اختیار دیا جاتا ہے۔ نکاح کے بعض حقوق ایسے ہیں کہ جن کی ادائیگی شوہر پر دیانۃً واخلاقاً ضروری ہے، لیکن وہ قانونی حیثیت نہیں رکھتے اور نہ انہیں بزور عدالت وصول کیا جا سکتا ہے، مثلاً بیوی کے ساتھ حسنِ سلوک وخوش خلقی اور پیار ومحبت اور درگذر کا معاملہ کرنا، ظاہر ہے کہ یہ حقوق بزور قانون نافذ نہیں کئے جا سکتے، جب تک کہ شوہر کے دل میں خوفِ خدا اور آخرت کی فکر نہ ہو، دنیا کی کوئی عدالت اس کا انتظام نہیں کر سکتی ایسے ہی عورت پر مرد کے حقوق بالا کی حیثیت ہے۔ اسلام میں خلع کی حقیقت ص243۔ مولانا محمد تقی عثمانی)

بیوی کے ذمہ کھانا پکانا اور گھر کی صاف صفائی وغیرہ گھریلو کام کاج کے بارے میں فقہاء نے عورتوں کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ ❶ وہ عورتیں جو والدین کے گھر کھانا نہیں پکاتی تھیں بلکہ نوکر چاکر یہ سب کام کرتے تھے، اس قسم کی عورت نکاح کے بعد خاوند کے گھر آئے تو اس کے ذمہ کھانا پکانا کسی طرح بھی واجب نہیں نہ دیانتاً، نہ قضاءً، نہ اخلاقاً، نہ شرعاً، خاوند کی ذمہ داری ہے کہ اس کے مطالبہ پر اس کے لئے پکا پکایا کھانے کا بندوبست کرے، فقہاء لکھتے ہیں " یاتیھا بطعام مھیئا"۔ ❷ وہ عورتیں جو اپنے والدین کے گھر بھی کھانا پکانا اور گھریلو کام کاج گھر کی صفائی وغیرہ کام کرتی تھیں، اور بیاہ کر خاوند کے گھر آئی تو ان کے ذمہ کھانا پکانا قضاءً واجب نہیں، لیکن دیانتاً واجب ہے، فتاویٰ قاضی خان کے حوالہ سے لکھا ہے کہ شوہر عورت کو کھانا پکانے پر قانوناً مجبور نہیں کر سکتا یہ حکم قضا کا ہے، مگر از روئے فتویٰ عورت پر واجب ہے کہ گھر کے اندر کا ہر کام کیا کرے جیسے کھانا پکانا، روٹی بنانا، کپڑے دھونا وغیرہ اگر اِن میں سے ایک بھی کام نہ کرے گی تو گنہگار ہوگی اگر چہ اسے اس پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ (مجالس الابرار مجلس 98) (نوٹ:......معاشرہ کی دین سے عدم واقفیت کی بنا پر یہ لکھنا ضروری ہے کہ صاحب مجالس الابرار کی مذکورہ بالا تحریر اس وقت تو صحیح و درست ہے جب کہ بیوی کو گھر میں ساس وسسر اور خاندان کے دوسرے افراد کی طرف سے اس کے قانونی واخلاقی حقوق پورے کیئے جا رہے ہوں، مذکورہ بالا تحریر کا ہرگز یہ مقصد نہیں کہ بیوی سے نوکرانی کے مانند کام لے کر اس کی تحقیر کی جائے۔)

اخلاقی حقوق کی مثال میں یہ روایت کافی ہے۔ قال رسول اللہ ﷺ حق المسلم علی المسلم خمس۔ یسلم اذا لقیہ۔ یشمتہ اذا عطس۔ ویعودہ اذا مرض۔ ویشھد جنازتہ۔ ویجیبہ اذا دعا۔

ملاقات پر سلام کرنا۔ چھینک کا جواب دینا۔ بیمار پرسی کرنا۔ جنازہ میں شرکت کرنا۔ دعوت قبول کرنا (مسند احمد بحوالہ کنز العمال ج9 ص 41۔ نمبر 24838)

جس طرح میاں پر بیوی کے قانونی واخلاقی حقوق ہیں اسی طرح بیوی پر بھی شوہر اور اس کے عزیز واقارب کے قانونی واخلاقی حقوق ہیں، جنکی ادائیگی سے دونوں کی ازدواجی زندگی پر سکون ہو کر گھر جنت کا نمونہ بن سکتا ہے۔

اسلامی معاشرت کی بنیاد: اسلام دنیا میں جس صالح معاشرہ کو امت میں وجود دینا چاہتا ہے اس کی بنیاد حقوق کے ادا کرنے پر ہے، حقوق کے مطالبات (Demand) پر نہیں، جس کی مختصر وضاحت یہ ہے کہ جس پر دوسرے کے جو قانونی

واخلاقی حقوق ہیں، اس پر اس کی ادائیگی شرعاً لازم ہے، وہ اسے اپنی حتی المقدور وسعت وطاقت کے مطابق ادا کرنے کی سعی کرے، جن پر اس کے حقوق ہیں وہ اسے ادا کرے یا نہ کرے۔ کیونکہ کل روزِ قیامت ہر ایک سے اس پر عائد حقوق کی ادائیگی کے بارے میں پوچھا جائے گا، اور اس میں کوتاہی پر سرزنش اور عذاب ہوگا، کسی سے قیامت کے دن یہ سوال نہیں ہوگا کہ تو نے اپنا حق دوسرے سے مانگا اور وصول کیا تھا یا نہیں۔ اس لئے اسلامی معاشرہ میں حقوق ادا کرنے پر زور دیا گیا ہے اور اسی پر دنیا وآخرت کے ثمرات وفوائد اور اجر وثواب کا مدار ہے۔ قرآن وحدیث اور اسلاف کی عملی زندگی کے نمونہ سے یہ رہنمائی ملتی ہے کہ رشتۂ نکاح کے استحکام اور دوام وہمیشگی کے لئے آپس میں حقوق کے مطالبات کے بجائے حقوق کی ادائیگی پر زندگی کی بنیاد اٹھائی جائے، تو آپس میں محبت واخوت پیدا ہو کر رشتہ میں پائداری پیدا ہوتی ہے۔ عصرِ حاضر کے فقیہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ایک مسلمان عورت کی ازدواجی زندگی دنیا میں پر سکون گذرے اور اس کا مکان وخاندان دنیا میں جنت کا نمونہ بنے اس کے لئے گیارہ حصوں میں ایک ضخیم کتاب بنام ''بہشتی زیور'' مرتب فرمائی، جس میں میاں کے ساتھ نباہ کرنے کے بیان کا درجِ ذیل اقتباس سسرالی تعلقات کی رعایت سے گھر کی زندگی پُرسکون ہونے کی رہنمائی کرتا ہے۔

جب تک ساس خسر زندہ رہیں اُن کی خدمت کو اُن کی تابعداری کو فرض جانو اور اسی میں اپنی عزت سمجھو اور ساس نندوں سے الگ ہو کر رہنے کی ہرگز فکر نہ کرو، کہ ساس نندوں سے بگاڑ ہو جانے کی یہی جڑ ہے، خود سوچو کہ ماں باپ نے اسے پالا پوسا اور اب بوڑھاپے میں اِس آسرے اس کی شادی بیاہ کی کہ ہم کو آرام ملے، اور جب بہو آئی تو ڈولے (کار) سے اترتے ہی یہ فکر کرنے لگی کہ میاں آج ماں باپ کو چھوڑ دے، پھر جب ماں کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیٹے کو ہم سے چھڑاتی ہے تو فساد پھیلتا ہے، کنبے کے ساتھ مل جل کر رہو، اپنا معاملہ شروع سے ادب لحاظ کا رکھو چھوٹوں پر مہربانی بڑوں کا ادب کیا کرو، اپنا کوئی کام دوسروں کے ذمہ نہ رکھو اور اپنی کوئی چیز پڑی نہ رہنے دو کہ فلانی اس کو اٹھالیوے گی، جو کام ساس نندیں کرتی ہیں تم اس کے کرنے سے عار نہ کرو، تم خود اُن کے بے کہے اُن سے لے لو اور کر دو اس سے اُن کے دلوں میں تمہاری محبت پیدا ہو جائے گی۔ (بہشتی زیور حصہ 4 ص 51)

مسلمان عورتوں کو بالخصوص دورِ حاضر کی جامعات صالحات کی فارغہ عالمات کو اپنی ازدواجی زندگی کی مسرتوں اور خوشیوں کو برقرار رکھنے اور بچوں کی صحیح تعلیم وتربیت کے ذریعہ صالح خاندان کا وجود دے کر آنکھوں کی ٹھنڈک بنانے کے لئے ''بہشتی زیور'' کا مطالعہ مفید ہی نہیں نہایت ضروری ہے۔

عرب ممالک کے کلیاتِ بنات (Girls College) میں ''التربية النسوية'' کے عنوان سے ایک مستقل مضمون لڑکیوں کو پڑھایا جاتا ہے، ہند وپاک کے جامعاتِ بنات کے ذمہ داروں سے راقم کی گذارش ہے کہ وہ اپنے جامعہ میں مستقل طور پر یہ مضمون داخلِ نصاب کریں، اس سلسلہ میں عرب ممالک میں رائج داخلِ نصاب کتابوں سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

☆☆☆